بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابوبکر الجزائری حفظہ اللہ

مکتبہ نور حرم

نام کتاب : مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟

مصنف : فضیلۃ الشیخ ابو بکر الجزائری حفظہ اللہ

مترجم : شیخ منیر احمد ارشد

تصحیح و نظر ثانی : شیخ یعقوب طاہر

صفحات : ۳۱

ناشر : مکتبہ نور حرم

ASLIAHLESUNNET.COM

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	مقدمہ	5
2	ایمان کیا ہے؟	9
3	یعنی مومنوں کا	14
4	ایماندار کون ہے؟	16
5	کفر کیا ہے؟	18
6	کفر اکبر	18
7	کفر اصغر	20
8	کافر کون ہے؟	24
9	آخر میں ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ	24
10	ایماندار کو کافر کہنے والے کا کیا حکم ہے؟	25
11	تو میں آپ کو یہ نصیحت کروں گا کہ	25
12	آخری بات	30

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

وَاَنَّ
هٰذَا صِرَاطِي
مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
فَتَفَرَّقَ بِكُمْ
عَنْ سَبِيلِهِ

"اور یقیناً یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دُوسرے
راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اُس (اللہ) کے راستے سے ہٹا دیں گے۔"
(الانعام ۶/۱۵۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اسلام دین فطرت ہے 'اس کے اظہار یا انکار کا ذریعہ زبان ہے۔اہل ایمان کے قلوب ہی اس کا نقطہ آغاز ہیں اور مقام ارتکاز بھی۔

تعمیلِ شریعت و عبادت کے مظاہر میں ظاہری اضافہ و کمی 'بیرونی اثرات کے نتائج ہوتے ہیں اور ان سے انحراف یا صریح انکار' کفر و ارتداد کا موجب بن جاتا ہے "..... **فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه**" کا یہی مفہوم ہے۔

مذکورہ فطری امور کی تکمیل کے لئے انبیاء کرام کی بعثت ہوئی اور آسمانی کتب کا نزول ہوا۔لہٰذا کسی آدمی کو "شہادتین" کے اقرار کے باوجود کسی وہم کی بناء پر کافر و مرتد نہیں کہا جاسکتا............" **هلا شققت قلبه**"

دین اسلام کی بنیادیں اور اصول ٹھوس اور ہدایات واضح ہیں۔ایمان کے چھ ارکان اور اسلام کے پانچ ارکان متعین ہیں۔

ان کی بقاء ایمان واسلام کی بقا کی ضامن ہے۔ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر و ارتداد ہے۔لیکن عمل کے حوالے سے ان میں تساہل یا جزوی کمی و بیشی ' نفاق' عصیاں 'فسق 'شرک دون شرک اور کفر دون کفر کے زمرے میں آتا ہے۔صریح انکار کے بغیر تکفیر ناممکن ہے۔

" قالت الاعراب آمنا قل لم تو منوا ولكن قولوا اسلمنا ولما يدخل الايمان فى قلوبكم "

ایمان کی نفی کے باوجود انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا گیا۔دینی ادراک اور علمی رسوخ واتقان سے بے بہرہ 'مذہبی جذباتیت کے شکار افراد کی طرف سے تکفیر کے فتاوی میں عجلت پسندی کا عمل خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے جو اہل ایمان پر کفر کے فتوی کے علاوہ دین سے خوف اور بالآخر انحراف کا موجب بنتا جا رہا ہے۔

فتنہ تکفیر کے سدباب کیلئے زیرِ نظر کتاب میں محترم مصنف صاحب نے مدلل، پر مغز اور مؤثر انداز میں اس حساس موضوع پر سیر حاصل تحقیق پیش فرمائی اور ان اسباب پر روشنی ڈالی جو تکفیر کا موجب بنتے ہیں اور واضح کیا کہ تکفیر میں عجلت پسندی " **إلا ویر جع به احدهما** " کے مصداق خود مفتی کو کفر میں دھکیل سکتی ہے۔

لہٰذا قرآن و سنت کی روشنی میں اس سلسلے کی واضح حد بندیوں کو آسان فہم انداز میں نذر قارئین کیا تا کہ مومن کو کافر بنا بیٹھنے کی غلطی سے محفوظ رہ کر اپنے ایمان کو بچایا جا سکے۔

عزیزم مترجم نے اس کتاب کو نہایت شستہ اور آسان اسلوب میں اردو کے قالب میں ڈھالا' ان کی محنت دین اسلام کی قابل قدر خدمت ہے۔

اللہ رب العزت محترم مصنف اور عزیزم مترجم کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کی علمی کاوش، جستجوئے حق کے متوالوں کیلئے مشعل راہ ہے اور راقم کے الفاظ کو اس کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے' نیز عقیدہ حق کی ترویج و اشاعت میں مصروف مکتبہ نور حرم کی خدمات قبول فرمائے اور اس کو ترقی دے۔ آمین

محمد یعقوب طاہر
ایم اے۔ ایم فل مدینہ یونیورسٹی
استاد و وکیل جامعہ ابی بکر الاسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر یہ کتابچہ انتہائی عظیم ہے، علم کے ہر متلاشی کو علمی بصیرت بڑھانے کیلئے اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اور بالخصوص ان حالات میں کہ جب تکفیر کی سوچ بالتدریج عالم اسلامی کے نوجوانوں میں پھیل رہی ہے اور عجب یہ کہ ایسے نوجوان کفر سے فرار کی نیت میں اس سوچ کو اپنا کر خود بسااوقات کفر کے مرتکب ہو جاتے ہیں جس سے اس رسالہ کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

اور اس سوچ کے پھیلاؤ کا بڑا سبب ایسے احباب کی علمی کم مائیگی، اور باشعور قیادت کا فقدان ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو صراط مستقیم کا راہی بنائے اور صرف اپنی ہی ذات پر مکمل اعتماد کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

اس رسالہ میں درج ذیل موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں :

☆ایمان کیا ہے اور مؤمن کون ؟

☆کفر کیا ہے اور کافر کون ؟

☆کن وجوہ کی بناء پر مؤمن کو کافر قرار دیا جاسکتا ہے ؟

یا

☆مؤمن کب کافر ہو جاتا ہے اور اس کو کافر کہنے والے کا کیا حکم ہے ؟

مقدمہ

ہر قسم کی حمد و ثناء بڑائی وبزرگی کے لائق صرف رب رحیم وکریم کی ذات مقدس ہے اور بے شمار درود وسلام محمد ﷺ کی ذات گرامی پراور آپ کے اہل بیت و صحابہ کرام پر۔ **اما بعد**

تکفیر کا معاملہ جو کہ آج امت مسلمہ کے جوانوں میں تیزی سے پھیل رہاہے انتہائی خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ہوسکتاہے۔ اور عین ممکن ہے کہ یہ مسلمانوں کی تنزلی اور ذلت کاباعث بن جائے اور امت مسلمہ کی ترقی کی راہیں مسدود ہو جائیں جبکہ عالم کفر اس مذموم مقصد کے حصول کیلئے سرگرم عمل ہو چکاہے ،لہذا حالات کی سنگینی کے پیش نظر اہل علم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ شباب اسلام کی اس آڑے وقت میں رہنمائی فرمائیں تاکہ گمراہیوں اور ذلتوں کے یہ گھٹاٹوپ اندھیرے چھٹ جائیں اور ذلت ورسوائی سے دوچار امت ایک بار پھر ترقیوں اور بلندیوں کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے اور اسکا معاملہ ء آخرت بھی سنور جائے۔

اسی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کیلئے یہ ایک حقیر سی کوشش پیش خدمت ہے شاید کہ خلاق عالم اس کو رشد و ہدایت کا سبب بنادے اور ترقی وعروج کی طرف اگلا قدم ثابت کردے اور پھر امت مسلمہ خلافت اسلامیہ کی چھاؤں میں اپنی زندگی کے ایام سکھ چین سے بسر کرسکے ، کہ جس قیادت وسیادت ، امن وسلامتی اور عزت وشان سے وہ عرصہ دراز سے محروم ہو کر رہ گئے ہیں۔

اس لیے میں ہر مسلمان کو اس کتابچے کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اہل خیر سے بھی گزارش کرونگا کہ اس کتابچے کو چھپا کر عالم اسلامی کے جوانوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ یقیناًاللہ ہی توفیق اور اجر دینے والا ہے۔ والسلام

ایمان کیا ہے ؟

ایمان انسان کے لیے اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنا اس کے جسم کے لیے روح کی ضرورت واہمیت ہے۔ زندہ دراصل وہی ہے کہ جس نے اس کو حاصل کرلیا، اور وہ مکلّف (عاقل، بالغ، مسلم) ہونے کے قابل ہو گیا۔ دوسرے نمبر پر جو مکلّف اس ایمان کے تقاضوں کو پورا کرلیتا ہے اور اسکے اوامر ونواھی کا خیال رکھتا ہے تو وہ دنیا وآخرت میں سعادت وسیادت کا اہل اور مستحق ہو جاتا ہے۔

یہ وہی ایمان تو ہے...... کہ جس کی طرف خود اللہ احکم الحاکمین نے دعوت دی اور اس کو قبول کرنے والوں کو یوں خوشخبری سنائی :

﴿ يَا أَ يُّهَا النَّاسُ قَدْ جَا ءَ كُمْ بُرْهَا ن مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوْراً مُّبِيْناً فَأَ مَّا الَّذِيْنَ آمَنُواْ بِاللّٰه وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِى رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ وَ يَهْدِيْهِمْ إِلَيْهِ صِرَا طاً مُسْتَقِيْماً ﴾ ۔(سورة نساء ١٧٤ تا١٧٥)

(لوگو! تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمھاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے۔ پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسکو مضبوط پکڑے رہے ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریگا اور اپنی طرف سیدھا راستہ دکھائے گا)۔

جی ہاں وہی ایمان...... کہ جسے قبول کرنے والوں سے بہت ہی افضل وعدہ کیا گیا ہے یعنی ان کے گناہوں کی مغفرت اور داخلہ ء جنت کا وعدہ۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿ سَابِقُوْا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ آمَنُواْ بِاللّٰه وَرُسُلِهِ﴾۔

(سورة حديد ٢٠)

(اپنے اللہ کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑ کہ جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے اور جو ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان

لائے ہیں)۔

وہی ایمان ...... کہ جو اپنے ماننے والوں میں بھائی چارے اور اخوت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ فرمایا رب ذوالجلال نے :۔

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُواْ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ﴾

(حجرات ۹)

(مؤمن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو)۔

یہ وہی ایمان ہے...... کہ جو اپنے ماننے والوں کو ایسا یکجا اور مضبوط و متحد بنادیتا ہے گویا کہ یہ ایک ہی بلڈنگ کے مختلف حصے ہیں جو مل جل کر ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے :۔

﴿المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً وشبك بين أصابعه﴾۔(بخاری و مسلم)

(مؤمن تو مؤمن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے یہ ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں (یہ فرماکر) آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائیں)۔

یہ وہی ایمان ہے...... کہ جو بندے کو متقی بنانے کے ساتھ ساتھ اللہ میاں کا ولی اور دوست بھی بنادیتا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے :

﴿ أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ﴾ ۔(سورة يونس ٦١)

(سنو جو اللہ کے دوست ہونگے نہ انکو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہونگے)۔

سوائے ہدایت کے طلبگار ایماندار بھائی آپ کو ضرور یہ بات جاننی چاہیے کہ ایمان کے چھ ارکان ہیں : اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، اللہ کی کتابوں پر ایمان، اللہ کے رسولوں پر ایمان، آخرت پر ایمان اور تقدیر کے اچھے برے اللہ تعالی کی طرف سے ہونے پر ایمان۔ تو جب بھی بندہ ان میں سے کسی ایک رکن کا انکار کردیتا ہے یا جھٹلادیتا

ہے تو اسکا ایمان جاتا رہتا ہے، اور ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے اور اہل ایمان اس سے بری ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ سارے ارکان قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت ہیں۔ اللہ کا فرمان ذیشان ہے :۔

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾۔(البقرہ ۱۷۷)

(نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان لائیں)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے :۔

﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾۔(قمر ٤٩)

(کہ ہم نے ہر چیز مقررہ اندازے سے پیدا کی)۔

اور جہاں تک سنت کے دلائل کا تعلق ہے تو صحیح مسلم شریف میں حدیث جبرئیل کے نام سے مشہور حدیث ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے ایمان سے متعلق سوال کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا :۔

﴿الایمان أن تؤمن باللّٰه وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خير وشره﴾۔(بخاری و مسلم)

ایمان یہ ہے کہ تو اللہ، اسکے فرشتوں، اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھی بری تقدیر کے رب کی طرف سے ہونے پر ایمان لائے۔

اور یہ وہ ایمان ہے ...... کہ جو کفر کی ضد ہے جیسے زندگی کی ضد موت ہوتی ہے اور موجودگی کی ضد عدم ہے۔

اور یہ وہی ایمان ہے جو انسان کو عمل صالح کی بدولت اللہ کی جنتوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ فرمایا رب کریم نے :۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾۔(کہف ۱۰۷،۱۰۸)

(جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے انکی مہمانی بہشت کے باغ ہونگے وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے)۔

اور یہ ایمان اس نورانی قوت کی طرح ہے جو بڑھے تو اضافہ وترقی دے اور نور بصیرت وراہنمائی بھی اور اگر کمزور پڑجائے تو نہ پیش قدمی بخشے نہ دیدۂ بینا۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان بندے کے دل میں کبھی قوی ہو جاتا ہے اور کبھی کمزور پڑ جاتا ہے اور یہی مفہوم ہے ایمان کے بڑھنے اور گھٹنے کا جو کہ ایک حقیقت ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے :۔

﴿وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾۔(انفال ۲)

(اور جب ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے)۔

ایک اور مقام میں ارشاد فرمایا :۔

﴿لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾۔(فتح ٤)

(تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے)۔

ایک اور جگہ یوں فرمایا :۔

﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَاناً وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾۔(آل عمران ۱۷۳)

(جب لوگ (منافقوں) نے ان (مومنوں) سے کہا کہ لوگ (کافر) تمھارے خلاف مسلح تیار ہو چکے ہیں، ان سے ڈر (بچ) جاؤ، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے)۔(آل عمران ۱۷۳)

کیا اللہ کے اس فرمان کے مقابلے میں کسی بھی مذہب کا یہ قول قبول کیا جاسکتا ہے کہ ایمان بڑھتا گھٹتا نہیں ؟ ہر گز نہیں۔

یہ قول کم علمی اور جہالت کی بنیاد پر ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ ایمان ایسا نور ہے جو

کم زیادہ ہوتا ہے۔ اسکی مثال یوں سمجھئے کہ علی الصبح (منہ اندھیرے) دور کوئی متحرک سایہ سا نظر آئے، جیسے کوئی جاندار چیز ہو، لیکن یہ فیصلہ مشکل ہو کہ انسان ہے یا حیوان، اگر انسان ہے تو مرد ہے یا عورت اور اگر حیوان ہے تو کیا گھوڑا ہے یا گدھا؟ البتہ جوں جوں روشنی بڑھتی گئی پہچان ہوتی چلی گئی اور بالآخر روشنی مکمل ہونے پر اس سایہ کے انسان پھر مرد یا عورت یا حیوان اور پھر گھوڑا یا گدھا ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

اسے ایک دوسری مثال سے یوں سمجھئے کہ: اہل علم کے علمی مراتب باہم متفاوت ہوتے ہیں جس کی بناء پر ان کی معلومات میں کمی اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

بعینہ اسی طرح ایمان میں اضافہ اور کمی بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

یہ ایمان اللہ، اسکے رسولوں، کتابوں، فرشتوں، موت کے بعد زندہ ہونے، حساب وکتاب اور تقدیر کے اچھا برا ہونے پر پختہ اعتقاد کا نام ہے۔

اور جب یہ ایمان دل کی گہرائیوں میں موجود ہوتا ہے تو مسلمان انسان بے ساختہ زبان سے اس کا اعلان کرتا ہے اور اپنے اعمال کو اسکے احکام کے تابع کر لیتا ہے تاکہ وہ رب کی جنت کا وارث بن کر کامیابی سے ہمکنار ہو کے جہنم کی آگ کی سختیوں سے محفوظ ہو جائے اس لیے اہل سنت والجماعۃ نے ایمان کی تعریف یوں کی ہے کہ ایمان زبان سے اقرار، عمل سے ثبوت اور دلی تصدیق کا نام ہے تو وہ عقیدہ عقیدہ نہیں جسکے ساتھ قول وعمل نہ ہو اور وہ عمل عمل نہیں جسکے ساتھ عقیدہ اور قول نہ ہو اور صرف قول کی کوئی حقیقت نہیں جب تک اس کے ساتھ عقیدہ وعمل نہ ہو، یہ سب لازم وملزم ہیں اس لیے ایمان کو اسلام کے اور اسلام کو ایمان کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ﴾۔(ذاریات ٣٦)

(ہم نے اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا)۔

یعنی مومنوں کا

اسلام تو اللہ کے احکامات کی ظاہری وباطنی فرمانبرداری کا نام ہے گو اسکا تعلق قول سے ہو یا فعل سے یا دلی نیت سے، جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ سچا مؤمن ہی سچا مسلم ہو سکتا ہے اور ہر سچا مسلم ہی مؤمن ہے۔ ایمان کے بغیر اسلام نہیں اور اسلام کے بغیر ایمان نہیں۔

(البتہ جب اسلام اور ایمان کا تقابل مقصود ہو تو اسلام تسلیم واقرار کا مرحلہ ہے یعنی پہلا اور کم درجہ ہے جب کہ ایمان تصدیق ورضا تک پہنچ جانے والا مکمل اور آخری مرتبہ ہوتا ہے)۔(مترجم)

اس بات پر غور فرمایئے کہ جب اعرابیوں نے ایمان کا دعویٰ کیا اور درحقیقت وہ مؤمن نہ تھے تو اللہ نے ان کے اس دعوی کو رد کیا اور فرمایا :۔

﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾۔(حجرات ١٤)

(اے محمد فرمادیجے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا)۔

تو یہاں رب نے ان کے اسلام کا اقرار کیا کیونکہ ان کا دعوت اطاعت و عمل اس بات کو ثابت کر رہا تھا، اور ساتھ ہی ان کے ایمان کی نفی فرمائی کیونکہ رب کو معلوم تھا کہ ایمان ان کے دلوں کی گہرائیوں تک تاحال نہیں پہنچا۔

اور جہاں تک ان مباحث کا تعلق ہے کہ جناب ایمان صرف قول کا نام ہے یا اعتقاد کا یا پھر اعتقاد اور قول دونوں کی یکجا صورت کا نام ایمان ہے ؟ تو یہ مباحث زنادقہ کے کارناموں کا نتیجہ ہیں جو کہ انتشار کے مقاصد لے کر مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہوئے اور فلسفیانہ موشگافیاں کیں تاکہ مسلمانوں میں اختلافات جڑ پکڑیں اور فتنے پھیلیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان مباحث کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ بلکہ زمانہ نبوت اور عہد صحابہ میں ایمان کی تعریف میں قول اور عمل کو شامل کیا جاتا تھا اور ان

قرون اولیٰ میں کوئی بھی قول و عمل کو ایمان سے خارج نہ سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی وہ ایمان کی یوں تعریف کرتے تھے کہ وہ قول و عمل ہے جس میں اعتقاد مشروط نہیں بلکہ ایمان تو اللہ، اسکے رسول اور ان کے فرامین کی تصدیق کرنا ہے، کہ اللہ موجود ہے، وہی رب ہے، وہی عبادت کے لائق ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جس جس چیز کی آپ ﷺ کی ذات گرامی نے خبر دی بالکل ٹھیک ہے جیسے فرشتے کتابیں بعث بعد الموت۔ رسول اور تقدیر وغیرہ کو ماننا ہی ایمان ہے، اور یاد رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ اور رسول اللہ سے دلی محبت رکھنا اور اَوامر و نواہی کا خیال رکھنا بھی ایمان کا جز لاینفک ہے اور کلمہ طیبہ کا اقرار کرنا ایمان کی دلیل ہے تو جس شخص نے بھی گواہی دی کہ اللہ ایک ہی ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں وہی مؤمن و مسلم ہے، اور جو یہ گواہی نہ دے وہ مؤمن و مسلم نہیں ہوگا، بلکہ کافر اور مشرک شمار کیا جائے گا۔

اور پھر اہل ایمان بھی اپنے ایمان کے معاملہ میں ایک دوسرے سے تفاوت رکھتے ہیں کسی کا ایمان قوی تو کسی کا ضعیف ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے :۔

﴿لو وُضع إيمان أبي بكر في كفة وإيمان الامة في كفة لرجح إيمان أبي بكر﴾

(اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور باقی ساری امت کے ایمان کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو پھر بھی ابو بکر والا پلڑا بھاری رہے گا)۔

اور اسی پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے اور اہل ایمان کا نیکیوں میں ایک دوسروں سے متفاوت ہونا بذات خود اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ان کے دلوں میں ایمانی کیفیات مختلف ہیں مثلاً انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت ملے تو ابو بکر صدیق سارا مال پیش کر دیتے ہیں، عمر آدھا، تو عثمان پورے لشکر کی تیاری کی ذمہ داری لے لیتے ہیں جبکہ کچھ اہل ایمان صرف فرائض پر اکتفاء کیے رکھتے ہیں۔ اگر سب کے اعمال ایک جیسے ہوتے تو کہا جاسکتا تھا کہ ہاں ایمان بھی برابر ہے لیکن یہاں معاملہ مختلف ہے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے :۔

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا﴾۔(فاطر ۳۲)

(پھر ہم نے اس قرآن کا وارث ان بندوں کو کیا جن کو ہم نے چن لیا، ان میں سے کچھ تو گناہگار ہیں اور کچھ میانہ روی والے ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں اور یہی تو اللہ کا بڑا فضل ہے)۔

تو ثابت ہوا کہ گناہگار کا ایمان بڑھتا ہے تو وہ نیک بن جاتا ہے اور اگر اس کا ایمان کم ہوتا ہے تو برائیوں میں پڑ جاتا ہے اور کچھ میانہ روی والے ہیں جو گناہ سے پرہیز تو کرتے ہیں لیکن نیکیوں میں صرف فرائض پر اکتفا کرتے ہیں اور جو نیکیوں میں بڑھے ہوئے ہیں تو ان کے ساتھ ہوا یہ ہے کہ ان کا ایمان زیادہ ہوا اور ایمان کی اس زیادتی نے انھیں کثرت عبادت پر لگادیا اور ساتھ کے ساتھ گناہوں سے پرہیز کا طریقہ بھی دیا۔

ایماندار کون ہے ؟

وہ انسان سچا مومن ہے جو اللہ پر ایمان لایا، رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا اور اس نے اللہ ورسول کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کی، احکام پر پابند رہا، ممنوعات سے دور رہا اور اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کے لئے خود کو تیار رکھا اور اپنے اس ایمان کا اظہار کلمہ کے اقرار سے کیا اور اسکے بعد نمازیں ادا کیں، زکاۃ دی، رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کیا، یہ وہی مؤمن ہے کہ جس سے محبت رکھنا فرض ہے اور اس سے بغض وعداوت رکھنا رب کی طرف سے حرام کردہ ہے۔ جی ہاں یہ وہی سچا مسلمان ہے کہ جو دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور جسکا مال، جسکی جان اور جسکی عزت دوسرے مسلمانوں پر حرام کردی گئی ہے۔ اور جب تک یہ اسی حالت میں رہے گا مؤمن ومسلم ہی شمار کیا جائیگا۔

ہاں بفرض محال اگر وہ اپنے ایمان کی تکذیب کردے یا ایمانیات کے کسی جزء کو جھٹلا دے یا پھر اللہ ورسول کے سب یا بعض اوامر ونواہی کا سرے سے انکار ہی کردے یا پھر احکام کو حقارت کی نظر سے دیکھے یا ان احکام کو طعن و تشنیع اور یا طنز کا نشانہ بنائے تو یقیناً ایسی صورت میں وہ دائرہ اسلام سے خارج شمار کیا جائے گا اور اس سے وہ کافر و مرتد کے حکم میں آجائیگا۔

اور یاد رہے کہ مؤمن گناہوں سے معصوم نہیں ہوا کرتا بہر صورت اس سے ایسا ممکن ہے کہ وہ کسی واجب کو ترک کردے یا کسی حرام کا ارتکاب کر بیٹھے تو ایسی صورتحال میں وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں شمار کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے اسلام کو مشکوک نظروں سے دیکھا جائیگا بشرطیکہ وہ اس کو جائز نہ سمجھتا ہو اور اپنے گناہ کو گناہ ہی تسلیم کرتا ہو، کیونکہ وہ جب بھی توبہ کرے رب کی رحمت و مغفرت کے دروازے اس کے لیے کھلے ہوئے ہیں، البتہ جو گناہوں پر مصر رہے ہلاکت اس کا مقدر ہو گی۔

مومن کا ایمان جب قوت پکڑتا ہے تو بندہ نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور برائیوں سے دور بھاگتا ہے اور جوں ہی بندہ کے اسلام وایمان میں کمزوری و ضعف آتا ہے تو اس معاملہ میں سستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ایمان کے کمزور ہونے میں دنیاوی رغبتوں میں پڑنا، خواہشات نفسی کا تابع ہونا، بروں سے تعلقات رکھنا وغیرہ کا ید طولی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بسا اوقات تو وہ فرائض میں بھی سستی کر جاتا ہے۔ اور تو اور وہ حرام کاموں میں پڑنے سے بھی بعض اوقات دریغ نہیں کرتا۔ لیکن یاد رکھئے اگر ان گناہوں کو وہ جائز سمجھ کر نہیں کر رہا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھا جائیگا کیونکہ بہر حال وہ اللہ اور اللہ کے رسول کو بھی مانتا ہے بعث بعد الموت پر بھی یقین رکھتا ہے۔ تو اگر وہ اپنی موت سے پہلے توبہ کرے تو امید ہے کہ اللہ اس کو ضرور معاف فرمادے گا بلکہ اس کے جنت میں جانے کی امید بھی بعید از امکان نہیں۔ اللہ چاہے گا تو اس کو اس کے گناہوں کی سزا دے کر جنت میں جگہ نصیب فرمائیگا اور چاہے تو معاف فرما کر جنت عطا کردیگا یہ اسکی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اس کے لیے جو چاہے۔

کفر کیا ہے اور کافر کون ہوتا ہے ؟

کفر کا لغوی معنی ڈھانپ دینا، چھپا دینا ہے، اسی سے "کفر الزارع البذر فی الارض" ہے یعنی کسان نے زمین میں بیج چھپادیا۔ قرآن کریم میں ہے "کمثل غیث أعجب الکفار نباته" "کفار" یعنی چھپانے والوں کو۔ مراد کسان ہے اور اسی طرح :۔

"کفر نعمت" کا مطلب ہے نعمت کا انکار کرنا اور حق کا "کفر" کرنا یعنی اس کا انکار کرنا اور حق کو جھٹلانا ہے۔

شرعی طور پر کفر دو طرح کا ہوتا ہے :۔

۱۔ کفر اکبر

۲۔ کفر اصغر

کفر اکبر

اور یہ ایسا کفر ہے جو ایمان کی ضد ہے اور اسلام کے برعکس صورت ہے۔

اس کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں :۔

۱۔ اللہ رب العزت کی ذات مقدس کا انکار یعنی یہ دعوی کر ڈالنا کہ اللہ موجود نہیں جیسے کہ کمیونسٹ اور لادین لوگوں کا مؤقف ہے۔

۲۔ اللہ رب العزت کے اسماء حسنی یا اللہ کی صفات علیا کا انکار کر دینا یا ان کے معانی ومفاہیم میں تحریف کر کے ان کے مطالب کو بدل ڈالنا۔

۳۔ منزل من اللہ شرعی احکام کو جھٹلانا مثلاً عبادات اوامر ونواہی اور آداب و اخلاق وغیرہ۔

۴۔ اللہ کے بتائے ہوئے غیبی امور کا انکار : جیسے فرشتے، جن، آخرت کے معاملات، مرنے کے بعد زندہ ہونا، حساب وکتاب، جزاء وسزا اور جنت وجہنم وغیرہ اور ان کے بیان کردہ اوصاف کو رد کرنا۔

۵۔ محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کا یا کسی بھی نبی ورسول کہ جس کی رسالت قرآن

وسنت سے ثابت شدہ ہو، کا انکار کرنا بھی شخص کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے مرتد بنا دیتا ہے۔

٦۔ قرآن کریم کو جھٹلانا گو اسکی کسی ایک سورۃ، آیت کلمہ اور حرف کو بھی کیوں نہ جھٹلایا جائے، یا اللہ کی باقی کتابوں، توراۃ، زبور، انجیل اور ابراھیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں سے کسی ایک کو بھی جھٹلانا، بندے کو مرتد بنا دیتا ہے۔

٧۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرنا، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ بروز قیامت صرف روحیں لوٹائی جائیں گی جسم نہیں، بھی شخص کو مرتد بنا دیتا ہے۔

٨۔ تقدیر کا انکار کر ڈالنا (اور تقدیر یہ ہے کہ کائنات کا چھوٹا بڑا حادثہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ کے علم کے مطابق ہی سب کچھ ہوتا ہے نہ اس میں کچھ کمی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کچھ زیادتی اور نہ یہ لیٹ ہو سکتا ہے اونہ وقت مقررہ سے پہلے آسکتا ہے) بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

٩۔ دین میں ثابت شدہ کسی چیز کا انکار کر دینا مثلاً کہنا کہ زنا حرام نہیں، سود اور چوری حرام نہیں یا یہ کہنا کہ نماز، زکاۃ، روزہ، اور والدین سے بھلائی کرنا فرض نہیں یا وضو، غسل، شرمگاہوں کی حفاظت وغیرہ میں سے کسی بات کا انکار کرنے سے بھی بندہ کافر ہو جاتا ہے۔

١٠۔ اللہ کی ربوبیت میں کسی کی شراکت کا عقیدہ رکھنا مثلاً یہ کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی خالق، مالک، مدبر الکون اور زندگی و موت کا مالک ہے، یا اللہ کے اسماء وصفات میں کسی کو شریک کرنا مثلاً کسی انسان کو الرحمٰن، الرب وغیرہ کے نام سے پکارنا یا یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں بھی اللہ کے ساتھ ساتھ غیب جانتا ہے یا فوت شدہ زندوں کی پکار سنتا ہے اور ان کی مقصد برآری کیلئے سفارش کرتا ہے، یا میت کو اپنی حاجت روائی میں وسیلہ بنائے اس کیلئے نذر مان لے یا جانور ذبح کرے یا اس کی قبر کا اعتکاف کرے یا اس کو پکارے اور اس سے مدد طلب کرے یہ سب اعمال بندے کو کافر بنا دیتے ہیں۔

١١۔ کسی کافر کو کافر، یا مشرک کو مشرک نہ کہنا بھی بندہ کو کافر کر دیتا ہے کیونکہ اس کو کافر اور مشرک نہ کہنے میں اللہ اور اللہ کے رسول کی تکذیب ہے، کیونکہ کسی چیز پر

خاموشی سادھے رہنا گویا اس کو تسلیم و قبول کرنے کے مترادف ہے۔

۱۲۔ جادو سیکھنا اور سکھانا، جادو کرنا، کرانا اور اس کو مباح قرار دینا بھی انسان کے کافر ہونے کی دلیل ہے اور اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ جادوگر کافر ہے اور اس کو قتل کر دینا ضروری ہے۔ حدیث میں ہے کہ :۔

﴿حد الساحر ضربه بالسيف﴾۔

(جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اس کو تلوار سے کاٹ دیا جائے) اور اس پر علماء سلف کا اجماع ہے کہ :۔

﴿يقتل الساحر حيث بان سحره﴾۔

جونہی جادوگر کا جادو ثابت ہو اسی وقت اسے قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ جادو کی حرمت اوضح من الشمس ہے۔

۱۳۔ اللہ کا اس کی آیات کا اور اس کے رسول کا مذاق اڑانا یا انھیں حقیر جاننا اور اسی طرح شرعی اصولوں، دینی احکام، اور اسلامی طرز زندگی کی تضحیک کرنا بھی انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔

تو یہ کفر کی مختلف انواع ہیں اور ان افعال کے کسی بھی مرتکب سے متعلق جزماً اس کی زندگی میں یہ دعوی نہیں کیا جائیگا کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلے گا۔ ہاں اگر اسی حالت میں مر گیا اور توبہ نہ کی تو پھر معاملہ خطرے سے خالی نہیں۔ البتہ اگر موت سے پہلے توبہ کر لے تو امید کی جاسکتی ہے اس کی توبہ قبول ہو جائے اور وہ جنت میں داخل کر دیا جائے اور جہنم میں ہمیشہ نہ رہے۔

اوپر بیان کردہ تفصیل کفر اکبر کی تھی کہ جس کے ارتکاب سے شخص مرتد ہو کر دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔

کفر اصغر

اور جہاں تک کفر اصغر کا تعلق ہے تو یہ کبیرہ گناہ تو ہے جس کی سزا عذاب الیم ہے، لیکن اس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور نہ ہی "**خالدا مخلدا فی النار**" بنتا ہے اگر اللہ اسے معاف نہ فرمائیں تو عذاب دیا جائے گا۔ اس کی مختلف

صورتیں ہیں جو ذیل میں بیان کی جارہی ہیں :۔

ا۔ مسلمانون سے قتال کرنا۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ :۔

﴿سباب المسلم فسوق وقتاله كفر﴾۔

(مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور ان سے قتال کرنا کفر ہے)۔ (بخاری شریف)

اور یہی مفہوم ایک اور حدیث بیان کرتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا :۔

﴿ولا ترتدوا بعدي كفاراً يضر بعضكم رقاب بعض﴾۔

(میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنا شروع ہو جاؤ)۔

احادیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں قتال کفر ہے جبکہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے :۔

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾۔ (سورة البقرة۱۷۸)

(پھر اگر قاتل کو اُس کے بھائی (مقتول کے ورثاء) کی طرف سے معاف کردیا جائے تو ورثاء مناسب طریقے سے دیت کا تقاضہ رکھیں اور وہ (قاتل) بہتر انداز میں ادائیگی کردے)۔

ایک اور مقام میں ارشاد ہے :۔

﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾۔ (سورة الحجرات ۱۰)

(اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو)۔

اس سے قبل یوں ارشاد ہوا :۔

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾۔ (سورة الحجرات ۹)

(اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرادیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے

لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ اگر لوٹ آئے تو انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)۔

ان دو آیات سے ثابت ہوا کہ مسلمان سے قتال کرنے کے باوجود بندہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے فرامین میں "کفر" سے مراد "كفر دون كفر" ہے کہ جس کے ذریعے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

۲۔ غیر اللہ کی قسم کھانا: آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ :۔

﴿من حلف بغير الله فقد أشرك أوكفر﴾۔(رواه احمد)

"جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک یا کفر کیا" اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں کفر شرک سے مراد "کفر دون کفر" ہے جس سے انسان بہر حال مسلمانوں کے زمرے ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔

۳۔ نماز کی فرضیت پر ایمان، ادائیگی نماز میں رغبت کے باوجود بھی سستی کی وجہ سے نماز چھوڑنا: آپ ﷺ کا فرمان ہے :۔

﴿من ترك الصلاة فقد كفر﴾۔

"جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا" تو یہاں بھی کفر سے مراد کفر اصغر ہے جس کی دلیل آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ :۔

﴿خمسه صلوات في اليوم والليلة كتبهن الله على العباد من جاء بهن ولم يضيع منهن شيئاً استخفافاً بهن كان له عهد أن يدخل الجنة ومن لم يأت بهن فليس له عهد عند الله إن شاء أدخله الجنة وإن شاء عذبه﴾۔

"دن رات میں اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو بھی ان کو ضائع نہ کرتے ہوئے ادا کریگا اس کے لیے جنت میں داخلے کا وعدہ ہے اور جو ان کو ضائع کریگا اس سے کوئی وعدہ نہیں اگر اللہ چاہے گا تو اس کو جنت میں داخل کریگا اور اگر چاہے گا تو عذاب دے گا"۔

البتہ جو شخص فرضیت نماز کا انکار کرتے ہوئے نماز چھوڑتا ہے تو ایسا شخص کفر اکبر کا مرتکب ہے اور اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

۴۔ قاضی اور حاکم کا ناحق اور خلاف شریعت فیصلہ کرنا بھی کفر اصغر ہے بشرطیکہ وہ اللہ وسول، شریعت اسلام اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں ابن عباس نے فرمان الٰہی ''وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ کفر وہ کفر نہیں جو دائرہ اسلام سے خارج کردے۔(حاکم)

۵۔ کاہن کے پاس جانا اور اس کی غیبی امور سے متعلق بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا کفر ہے۔ حدیث میں ہے :۔

﴿من أتى كاهناً أوعرافاً فصدقه فيما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد﴾۔

''جو بھی کاھن یا عراف کے پاس گیا اور اسکی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس چیز کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی'' تو اس پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ کفر اصغر ہے۔

۶۔ ایماندار کا ایمان دار کو کافر کہہ کر پکارنا : حدیث میں ہے :۔

﴿إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء به أحد هما﴾۔

''جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو اے کافر کہے تو یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف پلٹتا ہے'' یعنی اگر وہ واقعی کافر ہے تو ٹھیک ہے ورنہ کہنے والا کافر ہوگا۔ یہ بھی کفر اصغر ہے کہ جس کے ارتکاب سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

۷۔ عورت سے غیر فطری مقام سے جماع کرنا یا دوران حیض جماع کرنا۔ مسند احمد میں ایک صحیح حدیث میں ہے :۔

﴿من أتى حائضاً أو امرأة في دبرها فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم﴾۔

''جو حیض کی حالت میں جماع کرتا ہے یا غیر فطری مقام سے جماع کرتا ہے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ (شریعت) کا انکار کردیا ہے''۔

اوپر کفر اصغر کی سات صورتیں ذکر کی گئی ہیں اور اس کے علاوہ بھی اسکی بہت سی

صور تیں ہیں۔ تو خلاصہ کلام یوں ہوا کہ کفر بھی دو قسم کا ہے اور شرک بھی یعنی کفر اکبر اور کفر اصغر اور شرک اکبر اور شرک اصغر اس لیے تو آپ ﷺ نے دکھاوے کی عبادت کو شرک اصغر سے تعبیر فرمایا ہے : ”خبر دار دکھاوے سے بچ کر رہنا کیونکہ وہ شرک اصغر ہے“ اللہ رب العزت کا فرمان ہے :۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ﴾۔

”وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں“ لہذا ثابت ہوتا ہے کہ گناہ ”کبیرہ“ بھی ہوتے ہیں اور ”صغیرہ“ بھی اسی پر اجماعِ امت بھی ہے۔

کافر کون ہے ؟

ایسا کافر کہ جس سے بغض رکھنا ضروری ہے اور دوستی رکھنا حرام ہے اور جس سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے اور اسکی گواہی قبول نہیں کی جاتی نہ وہ کسی مسلمان کا وارث بنتا ہے اور نہ کوئی مسلمان اسکا وارث بنتا ہے۔ اگر مر جائے تو نہ اس کو غسل دیا جائیگا اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائیگا۔ یہ وہ ہے کہ جس پر اوپر مذکور کفر اکبر کی تیرہ میں سے کچھ یا کوئی ایک علامت صادق آجائے۔

اور آخر میں ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ

مومن کو کن وجوہ کی بناء پر کافر کہا جائے اور اس کو کافر کہنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

پہلی بات: مؤمن کو کب کافر قرار دیا جائے ؟

مؤمن کو اس وقت کفر کی طرف منسوب کیا جائیگا جب وہ کفر کا اعتقاد رکھے اور اس کا اظہار کرے جبکہ وہ اس کی حقیقت کو بھی جانتا ہو اور مجبور بھی نہ کیا گیا ہو، اللہ کا فرمان ہے : ”مگر جس کو مجبور کیا گیا جبکہ اسکا دل ایمان پر ہی مطمئن ہے (ایسا بندہ کافر نہیں) لیکن جو شخص کفر کو شرح صدر سے قبول کرے (وہی کافر ہوگا)“۔

اور مؤمن کی تکفیر کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ عقیدۂ کفر اپنا لے، یا کلمہ کفر کہے یا کافرانہ روش اختیار کرے یا وہ مذکورہ تیرہ صورتوں میں سے کسی کا مرتکب ہو اس کی

طرف کفر کو منسوب کردیا جائے اور اسے کافر قرار دیا جائے۔ ہاں اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آتا ہے تو اسکا اسلام قبول ہے اور اس کے حقوق باقی عام مسلمانوں کے سے ہیں اور اگر وہ اسی کفر وارتداد پر اڑا رہا اور توبہ نہ کی تو وہ کافر ہے اس سے دشمنی واجب اور دوستی حرام ہے اور اس سے مشرکین و مجوس اور یہود و نصاری کا سا برتاؤ کیا جائے گا اور اس پر تمام کفار کے احکام نافذ کئے جائیں گے۔

ایماندار کو کافر کہنے والے کا کیا حکم ہے ؟

جو بندہ کسی ایماندار کو کافر کہتا ہے جبکہ وہ در حقیقت کافر نہیں تو کہنے والے نے کفر کیا حدیث میں ہے: "انسان اگر اپنے مسلمان بھائی کو "اے کافر" کہہ کر پکارتا ہے تو یہ کلمہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف پلٹ آتا ہے" مطلب یہی کہ اگر وہ ایسا نہیں جیسا اسے کہا گیا تو کہنے والے کی طرف اسی کا اپنا "اے کافر" کہنا لوٹ آئیگا اور یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ یہ کفر اصغر ہے نہ کہ کفر اکبر جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کا آج بہت سے مسلمان شکار ہو چکے ہیں اور انھیں اس کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔

تو میں آپ کو یہ نصیحت کرونگا کہ

پہلے تو یہ جانئے کہ میں کسی خوف و لالچ کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ نصیحت صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ اس سے سب کو رہنمائی ملے اور اس پر عمل کر کے آپ عذاب آخرت سے بچ کر مستحق جنت ہو سکیں، نیز اللہ رب العزت اسے میری آخرت کی بہتری کا ذریعہ فرمادے اور مجھے کتمان علم کے جرم کا مرتکب نہ شمار فرمائے اور اسے میرے لئے باعث اجر و ثواب بنادے۔ آمین

دوسری بات: میں آپ سے دوسری یہ گذارش کرونگا کہ تین گناہوں سے فوری توبہ کر لیجئے۔ انانیت، خواہشات نفسانی کی پیروی اور اندھی تقلید۔ اور اسکے بعد اس رسالے کو مکمل انہاک اور غور و خوض کے ساتھ مطالعہ میں لائیے۔ اس سے انشاء اللہ بہت بہتر نتیجہ حاصل ہوگا۔ کہ لاعلمی کی وجہ سے کسی کی تکفیر سے بچ کر خود کو کافر

بنا بیٹھنے سے محفوظ رہو گے۔

تیسری بات: یادرہے کہ : گمراہ مسلمانوں کی ہدایت ان کی تکفیر کے ذریعے ہیں اور نہ آپ کے ان کو بدنام کرنے یاان کا مذاق اڑانے سے ان کو ہدایت نصیب ہو گی بلکہ ان کو ہدایت ملنے کے امکانات تواس صورت میں ہیں کہ جب آپ ان سے شفقت وخوش خلقی سے مخاطب ہوں ان کی تألیف قلوب کریں، نرمی کا انداز اپنائیں اور حکمت ودانائی کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور دعوت الی اللہ کے اس منہج نبوی سے لحظہ کے لیے بھی غافل نہ ہوں جو اللہ کے نبی نے اللہ کے حکم سے اختیار فرمایا تھا۔ اللہ کا فرمان ہے :۔

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾.(سورہ نحل ۱۲۵)

''اللہ کے راستے کی طرف دانائی اور اچھے انداز نصیحت سے دعوت دیجئے اور ان سے مجادلہ بھی بہتر طریق سے کیجئے آپ کا رب بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہے اور کون ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہے''۔

چوتھی بات: وہ یہ ہے کہ تکفیر کیلئے آپ نے جو اصول اپنا رکھا ہے کہ ''حاکم بغیر ماأنزل الله'' دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اہل علم کیونکہ اس کے اس کفر پر خاموش ہیں لہذا وہ بھی کافر ہیں اور عام عوام اس لیے کافر ہیں کہ انہوں نے حاکم وقت سے بغاوت نہیں کی گویا وہ اس صورت حال پر مطمئن ہیں'' تو اس اصول کی رو سے آپ نے تمام امت اسلامیہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا ہے اور اس سے آپ کے علاوہ کوئی بھی محفوظ نہیں رہا۔ تو جان لیجئے کہ یہ اصول کہ جس کی بدولت آپ نے سب کو کافر قرار دیا ہے بذات خود باطل ہے تو اس سے مستنبط حکم کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ اصول ہی صحیح نہیں۔

اگر حاکم وقت ''بغیر ما أنزل الله'' کا حکم چلائے تو محض اس وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہ ہو گا جب تک وہ اللہ کے احکام کی صداقت کا انکار نہ

کردے، یا اس سے دین کا استھزاء نہ دیکھا جائے۔ تو ایسی صورت میں وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا ہاں یہ جرم یقیناً گناہ کبیرہ ضرور ہے جس کا تفصیل سے اوپر بیان گزر چکا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ انسان دائرہ اسلام سے کب خارج ہوتا ہے اور اس میں یہ صورت نہیں بیان ہوئی کہ اگر حاکم ''ما أنزل الله ''کی روشنی میں حکم نہیں کرتا تو وہ کافر ہے۔

اور جہاں تک آیت''وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ'' کا تعلق ہے تو یہ آیت ان لوگوں سے متعلق ہے کہ جنہوں نے احکام اللہ کا صریحاً انکار کر دیا جیسے یہود و نصاری کا معاملہ ہے۔

اور جو احکام اللہ کو بھی مانتا ہو اور حکم بغیر ما أنزل الله کو جرم بھی سمجھتا ہو اور اپنی غلطی کا معترف بھی ہو تو ایسا شخص کفر اصغر کا مرتکب ہوگا جیسے کہ عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان اسی سے متعلق گزر چکا ہے، آپ فرماتے ہیں : قرآن کریم کے مجمل کو سنت رسول بیان کرتی ہے اور عمومِ قرآن کو سنت خاص کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :۔

﴿من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فهو المسلم له مالنا وعليه ما علينا﴾۔

''جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کو قبلہ جانا ہمارا ذبح کردہ کھایا تو وہ مسلم ہے اسکے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اور اس پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہم پر ہیں''۔

اور اہل سنت والجماعت کا یہی اصول بہت معروف ہے : (کسی بھی گناہ کی وجہ سے ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں سمجھتے جب تک وہ اس گناہ کو جائز سمجھ کر نہ کرے۔ تو اگر حاکم و قاضی بغیر ماأنزل الله کا حکم چلاتا ہے لیکن اسکو حلال سمجھتے ہوئے نہیں اور بلکہ اپنے جرم پر ندامت کا اظہار کرتا ہے تو کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ اسکو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے جبکہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے زکوٰۃ دیتا ہے رمضان کے روزے رکھتا ہے حج کرتا ہے تو ایسی صورت میں وہ کافر کیونکر ہو سکتا ہے)۔(مترجم)

حدیث میں ہے :۔

﴿واللّٰہ ما آمن واللہ ما آمن من لم یأمن جارہ بوائقہ﴾۔

(اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں اللہ کی قسم وہ ایماندار نہیں کہ جس کی شرارتوں سے اسکا ہمسایہ محفوظ نہ ہو)۔

ایک اور حدیث میں یوں فرمایا :۔

﴿لا إیمان لمن لا أمانة لہ﴾۔

(وہ ایماندار نہیں جو امانتدار نہیں)۔

ایک حدیث میں یوں ہے :۔

﴿لا تؤمنوا حتی تحابوا﴾

(اس وقت تک تم ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک تم آپس میں محبت نہ کرنے لگ جاؤ)۔

تو غور فرمایئے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ خائن کے ایمان کی بھی نفی فرمارہے ہیں اور آپس میں بغض و عناد والوں کے ایمان کی بھی نفی فرمارہے ہیں۔ کیا خیال ہے یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں ؟

ہر گز نہیں یہ نفی کمال ہے یعنی انکا ایمان مکمل نہیں یعنی ہیں تو وہ ایماندار لیکن ان کا ایمان ناقص ہے بلکہ یہ کفر دون کفر کے بیان میں آتا ہے۔ فسق دون فسق، نفاق دون نفاق کے باب میں آتا ہے۔

اسی طرح کبھی ایمان کامل ہوتا ہے تو کبھی ناقص ہوتا ہے جو کہ تفصیل سے اوپر بیان ہو چکا ہے۔

پانچویں بات: میں پوچھتا ہوں کہ آخر تکفیر کی ضرورت کیا ہے ؟

کیا آپ اللہ کے خوف سے ایسا کرتے ہیں کہ اللہ کو کیا جواب دینگے اگر ان کو کافر قرار نہ دیا؟ اگر ایسا ہے تو بتایئے اللہ نے آپ کو کہاں حکم فرمایا کہ ترک واجب یا ارتکاب گناہ کبیرہ پر آپ لوگوں کی تکفیر کریں ؟! قرآن و سنت سے اس کی کوئی دلیل تو پیش کریں۔

کیا آپ ان کی تکفیر اس غرض سے کرتے ہیں کہ آپ کے انھیں کفار کہنے سے اللہ ان کو ہدایت دیدے ؟ تو ان کی ہدایت کیلئے یہ طریقہ قطعاً مناسب نہیں۔

یا ایسا تو نہیں کہ جناب کسی اسلام دشمن شخص کی اندھی تقلید میں لگے ہوئے ہوں جس کو خوبصورت شکل میں کسی اسلام دشمن قوت نے آپ کے حضور پیش کیا ہو اور آپ نے اسے شرح صدر سے قبول فرمالیا ہو بغیر اس کے کہ آپ ان کے دلائل وبراہین کو پرکھیں یا کوئی اور وجہ ہے جس سے ہم تاحال بے خبر ہیں۔ آخر کچھ تو بتایئے!

چھٹی بات: یہ ہے کہ جناب سے یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ آپ مسلمانوں کی تکفیر سے آخر چاہتے کیا ہیں ؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ ان کے مال وجان کے درپے ہیں یا ان میں فتنوں کو جنم دے کر انہیں صراط مستقیم سے اور دور کر دینا چاہتے ہیں تاکہ خود اپنی تباہی کا سامان بن جائیں، یا پھر بلاوجہ جناب ایسے ہی تکفیر کئے جارہے ہیں۔ بس ہماری تو رب کے حضور یہی التجا ہے کہ اللہ آپ کو اس خطرناک تکفیر کے فتنہ سے نجات دے اور باقی مسلمانوں کو بھی اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین

آخر میں میں جناب سے یہی چاہونگا کہ اگر تو آپ کسی جماعت یا گروہ میں کام کر رہے ہیں تو اپنا کوئی نمائندہ فضیلۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ کی خدمت میں بھیجئے جو ان مسائل میں شرعی حکم سے متعلق ان سے گفتگو کر کے صراط مستقیم کی وضاحت چاہے اور پھر حق کے واضح ہونے پر اس کو اپنا کر اس پر کاربند ہو جایئے۔

اور میں آپ کو اس بات کی بھی نصیحت کرونگا کہ قبل اس کے کہ جناب کا کوئی وفد فضیلۃ الشیخ کی خدمت عالیہ میں مذکورہ مسائل پر استفتاء کی غرض سے جائے اللہ رب العلمین کے حضور توبہ کر لیجئے اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اصلاح صرف علم وعمل اور مجاہدۂ نفس کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

اگر جناب یہ چیزیں حاصل کرلیں تو اب اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کو راہ حق کی طرف دعوت دینے میں ایک لحہ بھی ضائع نہ کیجئے تاکہ وہ اور آپ سب کے سب دین ودنیا کی کامیابیوں اور کامرانیوں کو حاصل کرسکیں۔

آخر میں

بیٹو! اگر یہ حق بات آپ کو گراں لگی ہو تو میں آپ سے معذرت کرتا ہوں۔ کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو سوچ کے اس انداز پر عرفی قومیت کی قید وبند اور کمیونسٹوں کے آپ پر اور آپ کے بھائیوں پر ظلم نے مجبور کر دیا ہے ہاں مجھے علم ہے قید وبند کا شکار کیا گیا، دانت توڑے گئے، ناخن کھینچے گئے۔ تکلیف میں مبتلا کیا گیا۔ ہڈیوں کو توڑا گیا، بد فعلیاں بھی کی گئیں اور کئی بھائیوں پر کتوں کو بھی چھوڑا گیا اور کبھی ایسا بھی ہوا کسی بدبخت نے رب کریم کی ذات لایزال کو گالی بھی دی اور طنز و مزاح کا نشانہ بھی بنایا تو کبھی دین حنیف کا مذاق بھی اڑایا گیا اور کبھی اولیاء اللہ کے ساتھ برا سلوک کیا گیا اور یہ سب کچھ ان بے قصور احباب کے ساتھ کیا گیا کہ جو تحکیم شریعت کا مطالبہ کرتے تھے اور ظلم وجور کے خاتمے کے خواہشمند تھے۔

لیکن اب ان حالات میں میرا اور اس رسالہ کے قاری کا یہی کام ہے کہ ہم اپنے ہاتھ عاجزانہ انداز سے رب ذی الجلال کے حضور پھیلائیں اور دل کی گہرائیوں سے دعا کریں کہ اللہ اس امت مسلمہ کو اس کی مشکلات سے نجات نصیب فرمائے اور غلبہ ء اسلام کے امکانات مہیا فرمائے اور ظلم وجور، کفر وشرک، شر وفساد اور خبث وگناہ کو ختم فرمائے۔ آمین

آخری بات

آخر میں یہ عرض کرنا چاہونگا کہ شیوعیت کا خاتمہ آج کے اس دور میں جاگیرداروں اور صلیبیوں کے غلبہ و تسلط کا پیش خیمہ نظر آتا ہے اور یاد رہے کہ صلیبی قوتوں کا ہدف اول اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوگا۔ اور اس بات کو بھی سمجھنے کی اشد ضرورت ہے کہ امت مسلمہ کو درپیش ان حالات میں اگر مسلمانوں کا اسلام کے متعلق یہی نظریہ اور رویہ رہا تو ان کو صفحہ ء ہستی سے مٹانا کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔

کیونکہ مسلمانوں کا اصل محافظ اور قوت کا سرچشمہ اسلام ہی ہے اور آج مسلمان اسلام سے

کوسوں دور ہے۔ اللہ راہ ہدایت کا راہی بنائے اور ہمیں اپنے دین کی طرف لوٹنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

اور یاد رکھئے کہ اللہ جب بھی اس امت کو نجات دے گا اور اس امت کو غلبہ نصیب فرمائیگا تو اسکے لئے یہی طریق کار نتیجہ خیز ہو سکے گا جو مؤتمر عالم اسلامی نے ترتیب دیا ہے انشاء اللہ۔

(۱) اسلامی حکومتوں کی موافقت سے مؤتمر پوری دنیا کے علماء پر مشتمل ایک علمی مجلس قائم کریگی اور ہر اسلامی ملک اپنے دو عالم اس مجلس کی رکنیت کیلئے فراہم کرے گا۔

(۲) یہ مجلس علماء کتاب وسنت پر مبنی ایک دستور وضع کرے گی۔

(۳) بھرپور عزیمت اور قوت ارادی کے ساتھ اس دستور کو عملی جامہ پہنانے کی فوری اور سر توڑ کوشش کی جائے گی۔

(۴) جو مملکت بھی اس متفق علیہ اسلامی دستور کے نفاذ کا انکار کریگی اس کو دول اسلامیہ اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تصور کیا جائیگا اور اس ملک سے موالات وبھائی چارگی کے تعلقات ختم کردیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اسلامی دستور کو قبول کر کے اللہ سے توبہ کرے۔

ہم رب کریم کے حضور دست دعا دراز کرتے ہیں کہ اللہ مؤتمر کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔